بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

ع آسماں راحق بود گر خون ببارد بر زمیں

آہ! یادگار اسلاف' داعی اتحاد امت' میر مجلس عمل' میر کارواں حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی المناک جدائی

؎ نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

ابھی اپنا غمزدہ قلم اور پاکستانی قوم نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم اور مولانا اعظم طارق مرحوم کی جدائی کا رونا رو رہے تھے اور ملک وملت پر دکھ ودرد کی ماتمی فضا جوں کی توں برقرار تھی کہ اچانک داعی اجل نے ایک اور بڑے حادثہ کا سامنا کرادیا۔ ایسا حادثہ جس کی کوئی توقع نہیں تھی' اور نا ہی ملک وملت اس قسم کے جانکاہ نقصان کی موجودہ ناگفتہ بہ اور ابتر حالات میں متحمل تھی۔ یہ 11 دسمبر کو سوا بارہ بجے دوپہر زوال کا وقت تھا جب آسمان علم وتقویٰ اور میدان سیاست و شرافت کے آفتاب کی چکاچوند بھی دھیمی پڑنا شروع ہوگئی اور پھر کچھ دیر بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہم سب کی نگاہوں کا تارا' مرکز ومحور' عصر حاضر کی مشہور ومعروف جلیل القدر نابغہ روزگار ہمہ جہت' ہشت پہلو اور عہد ساز ہستی' یادگارِ اسلاف قافلہ علماء حریت کے سپہ سالار' متحدہ مجلس عمل پاکستان کے قائد ورہنما اور پاکستانی سیاست کی سب سے بڑی اور معتبر شخصیت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس اللہ سرہ العزیز بھی اچانک واصل بحق ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

؎ سینہ میں اضطراب ہے دل چور چور ہے یہ کس کے غم سے عقل وخرد میں فتور ہے
ہر دل تڑپ رہا ہے ان کی یاد و ہجر سے ہر لب پہ ہر زبان پہ ذکر حضور ہے

آپ کی وفات کی خبر نے نہ صرف پورے ملک بلکہ سارے عالم اسلام کو سوگ میں ڈبو دیا۔ خصوصاً پاکستانی قوم پر تو گویا سکتہ طاری ہوگیا اور ہر کسی نے یہ محسوس کیا کہ گویا وہ یتیم ہوگیا ہے۔ خود راقم نے جب پہلی بار یہ خبر سنی تو اس کا یقین نہیں کیا کہ یہ صورِ قیامت یکا یک کیسے واقع ہوسکتا ہے؟ کئی چبھتے سوالات اور متوقع وساوس نے دل ودماغ کی دنیا معطل کرادی اور فرطِ غم سے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

پاکستانی سیاست کے لق ودق صحرا میں ملتِ بیضا اور علماء کا یہ منتشر قافلہ اب بغیر قائد ورہنما اور حدی خواں کے

کہاں تک سفر کر سکے گا؟ پھر دہکتی زمین اور آگ برساتے ہوئے سورج کی موجودگی میں مرض الموت میں مبتلا مریض (قوم) سے سائباں جیسی نعمت کا چھن جانا کیا نتائج برآمد کرے گا؟ وہ شفقتوں اور محبتوں سے بھرپور بزرگ ہستی جس کی طلسماتی شخصیت کے طفیل ہی ہر دور میں اور ہر محاذ پر علماء اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے منتشر و پریشاں حلقے ان ہی کے ذاتِ گرامی پر متفق و متحد نظر آتے۔ ایسی ہر دلعزیز اور باکمال شخصیت جس نے ہر پارٹی اور ہر مسلک کے لوگوں کو اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کی طرح جوڑ کر رکھا اور ہر نازک موقع پر متحدہ مجلس عمل اور ملک وملت کی ڈگمگاتی کشتی کیلئے آپ سہارا اور ناخدا بنے۔

مولانا نورانی مرحوم اگر چہ مسلک کے لحاظ سے بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ (انکے آباؤ اجداد اور پورا خاندان علمی، دینی وسیاسی خدمات سے پاک وہند میں جانا پہچانا جاتا تھا اور ان کی اسلام و پاکستان کیلئے بڑی خدمات ہیں۔) لیکن ان کے فکر و خیال اور وسعت نظر میں دیگر مسالک کیلئے بھی افلاک سے بڑھ کر وسعت اور قدر و منزلت پائی جاتی تھی۔ امت مسلمہ کے مصائب پر سوز دروں سے ان کا سینہ ہر وقت آتش فشاں بنا رہتا۔ افغانستان، عراق، بوسنیا اور دیگر تمام مسائل پر آپ نہ صرف مضطرب رہتے بلکہ عوامی سطح پر اس کے لئے آپ بھرپور جدوجہد بھی کرتے۔ اسی لئے تحریک طالبان افغانستان کی آپ نے روز اول ہی سے نہ صرف کھلم کھلا حمایت کی بلکہ ہر محاذ پر آپ نے تحریک طالبان کا بھرپور دفاع بھی کیا۔ اسی طرح جب حضرت والد صاحب مدظلہ نے ''دفاع افغانستان و پاکستان کونسل'' تشکیل دی تو حضرت نورانی صاحبؒ نے اس سلسلے میں انہیں نہ صرف اپنی بھرپور سرپرستی سے نوازا بلکہ آپ نے اس میں بھرپور تعاون اور تعمیری کردار بھی ادا کیا۔ اگر چہ آپ کے مسلک والوں نے اس حمایت پر چیں بہ جبینی بھی کی لیکن مولانا مرحوم نے تحریک طالبان کی حمایت اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو حتیٰ کہ اپنے مسلک کو بھی آڑے آنے نہیں دیا۔ یہ آپ کی سیاسی زندگی میں ایک حقیقی دوراہا تھا کہ جس پر آپ نے مسلک کے تنگ دائرے میں اپنے آپ کو محدود نہیں کیا اور کھل کر آخر دم تک حق کا ساتھ دیا۔

اسی طرح اس سے پہلے ماضی قریب میں ملک میں فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے عفریت کو قابو کرنے کے لئے حضرت والد صاحب مدظلہ نے ''ملی یکجہتی کونسل'' کی بنیاد بھی رکھی تو سب سے پہلے حضرت نورانی صاحبؒ کی شخصیت کو اس کونسل میں شمولیت کی دعوت دی۔ آپ اگر چہ ان دنوں ملکی سیاست سے تقریباً کنارہ کش اور اکتائے ہوئے تھے لیکن حضرت والد صاحب مدظلہ کی پرزور درخواست پر آپ نے اس میں بھرپور شرکت کی اور حضرت والد صاحب مدظلہ کی خواہش اور کوششوں کی بناء پر آپ ''ملی یکجہتی کونسل'' کے چیئرمین بھی نامزد کئے گئے اور یہ سیاست میں آپ کی دوبارہ بھرپور آمد کا آغاز ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی ان تھک محنتوں، صلاحیتوں اور شفقتوں کا معجزہ تھا کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپ کی شخصیت کے گرد شانتی اور امن کے ساتھ یکجا ہو گئے اور ایک بڑے جامع معاہدے

پر بھی دستخط کر لئے۔ جس کی وجہ سے اس وقت فرقہ واریت اور قتل وغارت میں کافی کمی واقع ہوگئی۔ اس سے پہلے قومی اتحاد کی تحریک اور تحریک ختم نبوت وتحریک نظام مصطفیٰؐ میں بھی آپ نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا اور اس وقت کے آمر حکمرانوں کا جینا آپ نے دوبھر کر دیا تھا۔ پارلیمنٹ میں بھی آپ نے تاریخی جدوجہد کی اور بڑا کام کیا۔ یہ بھی پارلیمانی تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ پھر 73ء کے آئین میں بھی آپ نے سب سے زیادہ تجاویز اور ترمیمات پیش کیں اس کے علاوہ ہر موقع پر پارلیمنٹ میں آپ نے دین واسلام اور علمائے حق کی بھرپور نمائندگی کی۔ آپ کا سب سے بڑا وصف نڈر ہونا تھا، بڑے سے بڑے آمر اور فوجی ڈکٹیٹر کے سامنے آپ نے کلمہ حق کو نہ صرف واشگاف انداز میں پیش کیا بلکہ حکمرانوں کے منہ پر کھری کھری تند وتلخ باتیں بھی کہہ دیتے۔ چاہے وہ جنرل ایوب خان ہوں، ذوالفقار علی بھٹو ہوں یا ضیاء الحق ہوں یا موجودہ جنرل پرویز مشرف۔ ہر ایک کے سامنے آپ نے کلمہ حق اور عوام کے جذبات کی بھرپور انداز میں ترجمانی کی۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب ملک کی سیاست میں کئی بڑی نوعیت کی تبدیلیاں آرہی تھیں تو اس موقع پر جنرل پرویز مشرف نے تمام دینی قیادت کو اپنے پاس بلایا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے بھرپور دفاعی انداز میں تحریک طالبان اور پاکستانی قوم اور عالم اسلام کے جذبات جرأت وبہادری کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے۔ جو علماء اور لیڈروں کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ زندگی بھر کبھی بھی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر کام نہیں کیا۔ درویشی اور فقیری میں زندگی گزار دی اور بڑی بڑی مراعات پائے حقارت سے ٹھکرا دیں۔ آپ ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین بھی تھے اس سلسلے میں آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گزار دیا۔ امریکہ اور خصوصاً یورپ میں آپ نے سینکڑوں افراد کو اسلام کی روشنی سے روشناس کرایا۔ دنیا بھر میں آپ کے مریدوں اور شاگردوں کا ایک وسیع سلسلہ پایا جاتا ہے۔ آپ کی شرافت، میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی معتدل طرز سیاست کے موافق ومخالف سبھی قائل تھے۔ پان سے لال ہونٹوں سے جاری شیریں گفتاری آپ کا خاصہ تھا، ان کے لہجہ سے گویا مصری ٹپکتی تھی، گفتگو ایسے قرینے اور تواتر سے فرماتے جیسے رواں ندی کا پانی۔ آپ ظریف الطبع، خوش شکل، خوش مزاج، خوش لباس، خوش اطوار، خوش خوراک، بے تکلف انسان، ظرافت، ذہانت، ذکاوت، اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ گویا ہر مجلس اور انجمن کی آپ ہی شمع محفل اور جان ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نکتہ شناسی، نکتہ آفرینی، نکتہ سنجی اور نکتہ رسی کا بھی ایک حسین مجموعہ تھے۔ گویا　ع　وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

آپ ہی کے دم خم سے متحدہ مجلس عمل کے انجمن کی ساری رونق تھی۔

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آپ جیسی پُرکشش اور باکمال شخصیت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ الغرض اکابرین امت کا عکس اور پرتو آپ کی شخصیت میں نمایاں تھا۔ آپ جامع الصفات اور بزرگوں و اسلاف کے کمالات سے مزین' نجابت و شرافت کا نمونہ' وقار و تمکنت کا خزینہ' ظاہری و باطنی لطافت و نظافت کا مجسمہ اور حسن و جمال و فضل و کمال کے عظیم پیکر تھے۔ آپ عاجزی اور انکساری کی ایک اعلیٰ مثال تھے' آپ میں مروجہ لیڈروں اور کاغذی رہنماؤں جیسی کرّوفر تکبر و غرور نخوت و تصنع سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ 'حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' برادرم مولانا حامد الحق حقانی اور مجھ ناچیز سے آپ عمر بھر شفقت و محبت سے پیش آتے رہے۔ آپ ماہنامہ ''الحق'' کے اداریوں پر اس خامکار کی بے ربط و ضبط تحریر پر اپنی رائے سے بھی آگاہ فرماتے اور حد سے زیادہ حوصلہ افزائی و تشجیع فرماتے۔ کبھی کبھار متحدہ مجلس عمل کی بعض پالیسیوں پر میں نے کھل کر مثبت تنقید بھی کی لیکن آپ خندہ پیشانی سے آخر تک پیش آتے رہے اور کبھی گلہ نہیں کیا۔ اور ہمارے ایک بیرون ملک مشترکہ سفر کے واقعہ کی جانب تلمیحاً ہر ملاقات کے موقع پر مزاحاً اشارہ فرماتے خود بھی مسکراتے اور واقفانِ حال بھی محظوظ ہوتے۔ یہ آپ کی اصاغر پروری اور چھوٹوں پر شفقت کی ایک مثال ہے۔ دوران سفر الحمدللہ آپ کی خدمت کا کچھ موقع میسر ہوا تو فرمایا کہ آپ کے دادا جانؒ کے ساتھ دوستی کا جو سفر شروع ہوا تھا وہ بحمدللہ تاہنوز آپکے پوتوں تک جاری ہے اور آپ نے آخر دم تک یہ تعلق قائم رکھا۔

آپ کے یہی اوصاف تھے کہ آپ ہمارے اکابرین حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ اور دیگر اکابرین کے بھی آپ منظور نظر تھے اور اس وقت کی بڑی تحریکات میں بھی آپ ہی پر ہمارے اکابرین اعتماد کیا کرتے تھے اور زمانہ حال میں بھی آپ ہی ہمارے مسلک دیوبند اور دیگر مسالک سے وابستہ علماء اور قائدین کے سیاسی محاذ پر قائد و رہبر تھے۔ آج قلم حیران اور دل پریشان ہے کہ کوہ ہمالیہ کے برابر کی شخصیت کی جدائی اور ان کے کارناموں پر یہ نالائق اور ناکارہ کہاں تک روئے اور لکھے ؟

ع　　سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

کوئی ایک کمال یا وصف ہو تو آدمی اس پر لکھے۔ اگر آپ کے سامنے خدمات و خوبیوں کے دفاتر موجود ہوں تو آپ کیا لکھیں گے؟ اور پھر زخمی دل اور زخمی قلم سے کہاں نوحے پھوٹتے ہیں؟

قلم بشکن ' سیاہی ریز ' کاغذ سوز ' دم درکش
حمید ایں قصہء عشق ست در دفتر نمی گنجد

متحدہ مجلس عمل کے قائدین اور حکومت کے اہم رہنما آپ کی نعش مبارک خصوصی طیارے کے ذریعے کراچی لے گئے۔ آپ کا جنازہ بھی کراچی اور پاکستان کی تاریخ میں بے مثال تھا۔ لاکھوں افراد نے نشتر پارک میں جمعہ کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا انس نورانی نے پڑھائی اور کچھ دیر بعد اس علم و ہنر

اور فضل وکمال کے آسمان کو زمین کے حوالے کر دیا گیا۔ رحمه الله رحمة و اسعة

اک جنازہ جارہا ہے دوش عظمت پر سوار | پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار | ابر گوہر بار کے اندر ہے درِ شاہوار
نوحہ خواں ہیں مدرسہ و خانقاہیں سوگوار | آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرمزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک | اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

دارالعلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الٰہی عرف جامی باباؒ کی جدائی

لگتا ہے کہ اب نوک قلم نوحے اور مرثیہ لکھنے کے لئے ہی رہ گیا ہے۔ چند ماہ سے تواتر کے ساتھ اکابرین امت کی جدائی پر یہ دل اور قلم دونوں رو رہے ہیں۔ رمضان المبارک میں ایک ایسی بزرگ اور فرشتہ صفت ہستی دینی اور تعلیمی حلقوں اور خصوصاً بزم حقانیہ کو سوگوار کر کے ہم سے جدا ہوگئی۔ جب ۱۹ رمضان المبارک کو صوبہ سرحد کی نامور معروف علمی، روحانی اور ہردلعزیز شخصیت حضرت مولانا فضل الٰہیؒ بھی مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق ضلع صوابی کے مشہور علمی قصبہ شاہ منصور سے تھا اور آپ ایک دینی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے وقت کے جید اور مشہور عالم دین و مدرس تھے اور آپ نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری اور عمر کا ایک بڑا حصہ دارالعلوم میں بسر کیا۔ آپ دارالعلوم میں فنون سے لے کر دورہ حدیث تک کی اہم کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ خصوصی طور پر آپ شرح جامی میں انتہائی ماہر تھے اور دور دور سے طلباء، علماء بلکہ مدرسین بھی آپ کے درس جامی میں شرکت کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ جامی بابا کے نام سے دارالعلوم میں معروف تھے۔ آپ سادگی اور درویشی میں اکابرین امتؒ اور دو تین سو سال پہلے کی علمی اور روحانی شخصیات کا پرتو تھے۔ رسوخ فی العلم، اعلیٰ اخلاق، تقویٰ وتدین، تبتل اور انابت الی اللہ آپکے خصوصی اوصاف تھے۔ آپ انتہائی خوبصورت اور نورانی وجاہت کے مالک تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک ہر وقت متبسم رہتا۔ موت کے بعد بھی تبسم کا یہ سلسلہ آپ کے چہرے مبارکہ پر ہر کسی نے دیکھا اور محسوس کیا۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم | چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ روحانی سلسلہ میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ برادرم مولانا حامد الحق اور یہ ناکارہ گاہے گاہے آپ کی خدمت میں دعاؤں اور وظائف کے سلسلے میں حاضر ہوتے اور کئی امور میں آپ ہمارے لئے استخارہ بھی فرماتے اور اتنی